

# سترھویں صدی کا طرزِ معاشرت

سید زاہد علی

دورِ متوسط میں تاریخ نویسی کا ایک مخصوص نظریہ تھا جسے درباری مورخین نے اختیار کیا۔ دربار کے قصیدہ گو شعراء اور مورخین کے نزدیک تاریخ کا اصل مقصد کسی دور کی مخصوص سیاست تک محدود تھا، حالانکہ تاریخ ایک ہمہ گیر مضمون ہے جس کے مختلف پہلوئیں، مثلاً سماجی، اقتصادی، علمی اور انتظامی وغیرہ۔ سیاست بھی ان ہی میں سے ایک ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ سب سے اہم ہے۔ لیکن ہم کسی دور کے سیاسی حالات کو اس وقت تک بخوبی نہیں سمجھ سکتے جب تک اُس دور کی روشِ پُمنظر اور معاشرہ کا مطالعہ نہ کریں کہ کن حالات میں مختلف سیاسی اشکال رونما ہوئیں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس دور کے معاشرے کا گہرا مطالعہ نہ کیا جائے۔ درباری مورخین نے صرف تخت نشینی، بادشاہ کی دریا دلی، بغاوتوں اور فتوحات کو ہی تاریخ کا اہم جز سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں صرف سیاسی حالات ایک خاص رنگ کے ساتھ ملتے ہیں جس کی وجہ سے معاصر مورخین کی کتابوں میں ایک خللا سا محسوس ہوتا ہے جدید مورخین نے بھی سیاسی حالات کو بغیر کسی تنقید کے بیانِ انداز میں پیش کیا۔ لینن، پول، اسٹھ، ہیگ اور سر جادونا تھہ سرکار نے بھی ہندوستان کے دورِ متوسط کی تاریخ کو جگ و بدل میں ایک طویل داستان کی صورت میں پیش کیا۔ انہوں نے بھی ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی معاشرت کے پس منظر کو نظر انداز کیا۔ یہاں کی ذات پات، طبقہ جاتی اختلافات قبیلہ جاتی اور نسلی امتیازات اور نر اعلیٰ نظام کی طرف دھیان نہ دیا لے موجودہ مورخین کے مطابق سماج کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ تاریخ نویسی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ عوامی زندگی، تہذیب و تمدن

لے برنی تاریخ۔ ہندوستان کے دورِ متوسط کے مورخین - ۲

داخلی اور بیرونی اثرات خصوصاً طور پر ہندوستان کے عہد متوسط کی تاریخ نگاری کے لئے لائق ہیں۔  
 اس سلسلہ میں یورپ کے سیاحوں کے سفر نامے بے حد مفید ہیں جن کی مدد سے ہمیں اس دور کی سماجی تصویر ملتی  
 ہے۔ ہندوستانی مورخین یہاں کے رسم و رواج سے آشنائے اس لئے انہوں نے اس کو غیر ضروری سمجھا۔  
 درباروں کی وابستگی کی وجہ سے وہ وقت کے تقاضے اور سلطان کی مرضی کے مطابق لکھا کرتے تھے۔  
 یورپ کے سیاح اجنبی تھے اس لئے یہاں کے رسم و رواج کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اس  
 کے برخلاف معاصر مورخین نے بادشاہ وقت کی تاریخ و توصیف اور حقائق کو بیان کرنے میں مبالغہ  
 آمیزی سے کام لیا ہے۔ مثلاً - برنیئر ٹیورنٹر، فیچ، ٹیری، سٹراٹس، منچی اور میزنگ وغیرہ نے  
 ہندوستانی رسم و رواج، ملبوسات، مشروعات، خورد و نوش اور تفریح کے مختلف ذرائع پر  
 تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ برنیئر سیاحوں کا شہزادہ مشہور ہے۔ سٹراٹس نے آگرے میں دو سال  
 نو ماہ قیام کیا۔ برنیئر داراشکوہ کا معالج تھا۔ منچی نے داراشکوہ، راجہ سنگھ، راجہ کرت سنگھ  
 اور شاہ عالم کے یہاں ملازمت کی۔ ٹیری اور کوریاٹ نے برنیئر سے فارسی سیکھی۔ برنیئر کا سفر نامہ اس  
 کی ذہانت اور علمیت کی وجہ سے دوسرے سفر ناموں سے زیادہ اہم ہے۔

ملبوسات، زیورات اور آراستگی کے مختلف طریقے ملک کی آب و ہوا، جغرافیائی حالات  
 اور پیداوار کے مطابق ہوتے ہیں لیکن ہندوستان میں غیر ملکی اثرات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا،  
 اورم کے مطابق وہ کپڑوں کا فیشن جو موجودہ دور میں رائج ہے، دراصل وہ ہزاروں اور سینکڑوں  
 سال پرانا فیشن ہے۔ مجموعی طور پر ان سیاحوں نے یہاں کے لباس کو صاف ستھرا اور پاکیزہ کہا ہے۔  
 دولت مند لوگ ہر روز لباس تبدیل کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک دن میں کئی بار لباس بدلتے تھے۔ ڈیلاویل  
 کو ہندوستانی لباس بہت پسند آیا وہ ایک جوڑا اپنے وطن اٹلی لے گیا اور وہاں عوام کو دکھایا۔  
 غریبوں کا لباس عمدگی اور قیمت میں امر اور رؤسائے مختلف ہوتا تھا۔ علماء عام طور پر صاف، قبا  
 اور پانجامہ پہنتے تھے۔ برنیئر نے شاہ جہاں کے دور کے ایک ہندو عالم کے لباس کی تفصیل لکھی ہے جس سے

۳۔ ایضاً ۳۔

۳۔ دائی کرشن میغل دور کے یورپ کے سیاح۔ اسلامک کلچر حصہ ۲۱۔ نمبر ۳۔ جولائی ۱۹۴۷ء۔ ۲۱۸

۳۔ سفر نامہ ڈیلاویل۔ صفحہ ۲۳۔ حصہ اول۔

وہ بنارس میں ملا تھا۔ اس نے سفید سلک کا گلوبند اپنی کمر کے چاروں طرف باندھ رکھا تھا اور دوسرا حصہ ٹانگوں کے قریب لٹک رہا تھا اور دوسرا بڑا گلوبند (مغل) جو سرخ رنگ کی سلک کا تھا وہ اپنے کاندھوں پر ڈال رکھا تھا۔ مغل بادشاہ نے نئے نئے لباس ایجاد کرنے کے شوقین تھے۔ ہمایوں نے ایک لباس ایجاد کیا تھا۔ بادشاہوں کا لباس سلک کے زرد دوزی ہوتے تھے۔ ہیرے جواہرات کے زیورات پہنتے تھے۔ شلوار اور بوس کا بھی رواج تھا، قبایع عام طور پر ٹخنوں تک ہوتی تھی۔ بچوں کو سونے کی زنجیریں پہنائی جاتی تھیں۔ جراب پہننے کا رواج بہت کم تھا۔ برنیر کے بقول ہندوستان میں اتنی سخت گرمی پڑتی ہے کہ یہاں پر بادشاہ بھی موزے نہیں پہنتے۔ لیکن کہیں کہیں موزے پہننے کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ ترکی فیشن کے جوڑے پہنے جاتے تھے، تجارتی طبقہ (خاص طور پر دکاندار اور بننے وغیرہ) اونچی اڑھی کے جوڑے پہنتے تھے تاکہ تیزی سے چل سکیں۔ کالی کٹ (کلکتہ) میں موسم سرما میں چمڑے کے سیلپس اور گرمی میں کھڑاویں پہنی جاتی تھیں۔ عورتوں کا لباس ساڑھی اور بلاؤز تھا جو عام طور پر دھاری دار یا سرخ رنگ کا ہوتا تھا۔ مسلمان عورتیں گھاسا پہنتی تھیں۔ منوچی کے مطابق عورتیں دو یا تین کپڑے پہنتی تھیں جو وزن میں ایک اونس سے زیادہ نہ ہوتے تھے اور قیمت میں چالیس یا پچاس روپیہ سے کم نہ ہوتے تھے۔ مسلمان عورتیں شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے دور میں سفید چادر یا برقعہ کا استعمال کرتی تھیں۔ دولت مند عورتیں انواع و اقسام کے جوڑے پہنتی تھیں جن میں سونے اور چاندی کے بھول لگے ہوتے تھے۔ عطر و صندل کا بھی استعمال ہوتا تھا۔ صابن قدیم زمانے سے ہندوستان میں رائج ہے، بنگال کا تیار شدہ خوشبودار تیل مرلی اور اس کے نواح میں کافی مقبول تھا۔ مغل لوگ

۵۔ سفرنامہ برنیر۔ صفحہ ۳۲۱

۶۔ سفرنامہ مانزریٹ۔ صفحہ ۱۹۸

۷۔ سفرنامہ برنیر صفحہ ۲۲۰۔ سفرنامہ مہینوناٹ، باب ۲۰، صفحہ ۳۷

۸۔ سفرنامہ میڈلسلو۔ صفحہ ۵۱

۹۔ سفرنامہ مہینوناٹ، باب ۲۰، صفحہ ۳۸-۳۷

۱۰۔ آئی۔ اے۔ ای تصاویر نمبر ۵۱۹ - ۲۰، اسیسوی

ناریل کا تیل ڈالتے تھے جب کہ امر اور رُوسا اپنے جسم کو مندل سے معطر کرتے تھے۔ سرسہ اور ضباب کا بھی استعمال ہوتا تھا۔ عورتیں اور مرد دونوں پان کھاتے تھے۔ لکڑی، دھات اور سینگ کے کنگھے استعمال ہوتے تھے۔ بال کئی طرز سے سنوارے جاتے تھے۔ بعض لوگ پیروں میں بھی خوشبو لگاتے تھے۔ دلچسپ بات ہے کہ اُس دور میں تائی آئینہ اور تولیہ لے بازاروں میں گھوما کرتے تھے، ان کے پاس تپنی استرا، ناخن تراش اور کان صاف کرنے کی سلائی ہوتی تھی، اس کی اجرت ایک یاد و پیسے سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ ۱۳۰ عورتیں زیورات کا نہ پہننا بد شوخی سمجھی تھیں۔ بازو بند، گجرہ، کلنگن، جوا اور جڑتیاں اس وقت کے عام زیورات تھیں۔ گجراتی ہندو زیورات بنانے میں مہارت رکھتے تھے اس کے علاوہ یہ ہیرے جواہرات کا تجارت بھی کرتے تھے۔ ۱۳۱ ہندو عام طور پر گوشت نہ کھاتے تھے لیکن منوچی کے بقول پنجاب اور بنگال کے لوگ گوشت بھی کھاتے تھے۔ ۱۳۲ ہو سکتا ہے کہ منوچی نے افواہوں کو بھی اپنی کتاب میں شامل کر لیا ہو۔ دلی، آگرہ اور لاہور میں مسلمان الوداع داقام کے کسانے تیار کرتے تھے۔ برنیر اور منوچی نے منسل کھانوں کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ سرٹامس رو کے مطابق جہانگیر اور شاہ جہاں کے دور میں امر اور اپنے مہمان کے سامنے ایک وقت میں پچاس رتالوں سے زیادہ پیش کرتے تھے۔ شاہی مطبخ خانہ میں مشہور شہروں سے خاص اشیاء فراہم کی جاتی تھیں۔ منوچی کے مطابق شاہ جہاں اور رنگ زیب کے زمانہ میں شاہی مطبخ خانہ میں ایک دن میں ایک ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ ہوتا تھا۔ منوچی نے آگرے کی مٹھائی کی دکانوں کی بھی تعریف لکھی ہے۔ لیکن برنیر نے دلی کی دکانوں کی منفائی اور تعریف لکھی ہے۔ آم، رس مہریاں، سنترے، کجور، انجیر اور انگور وغیرہ بکثرت بازاروں میں فروخت ہوتے تھے۔ پھلوں کی درآمد بھی ہوتی تھی۔ مہانوں کی تواضع میں امر اور ایک وقت کے ناشتہ پر ۲۰ کراؤن سے زیادہ صرف کرتے تھے (برنیر، برنیر دلی کے بازاروں

۱۳۰ - سفرنامہ منوچی، باب دوم، صفحہ ۳۳۰۔

۱۳۱ - سفرنامہ ڈیلاویل، دوم، صفحہ ۳۴۴ - ۳۴۶

۱۳۲ - ادنگلن - صفحہ ۳۲۱

۱۳۳ - سرٹامس رو - صفحہ ۹۲

۱۳۴ - سفرنامہ منوچی، باب دوم، صفحہ ۴۰ - ۳۳۹

کو دیکھ کر حیرت میں رہ گیا کیوں کہ یہاں پر سمرقند، بلخ اور ایران کے پھل بھی ملتے تھے۔ منغل بادشاہ گونگا جینا کا خالص پانی پیتے تھے۔ عام لوگوں کا کھانا سادہ ہوتا تھا۔ کچھری ایک مقبول خوراک تھی جو مکھن کے ساتھ کھائی جاتی تھی لالہ جوار، باجرہ اور گیسوں کی روٹی کھائی جاتی تھی۔ اعلیٰ متوسط طبقہ کیوں آٹا، ابلے ہوئے چاول اور سبزیاں کھاتے تھے۔ گوشت کے علاوہ مچھلی بھی کھائی جاتی تھی، اجار، سیاہ مروج اور گرم مصالحہ کا بھی استعمال ہوتا تھا۔ قبولی اور بلاؤ کشمش اور بادام اور مکھن کے ساتھ کھائی جاتی تھی۔ جلہ اور نالودہ میں خوشبو کا استعمال ہوتا تھا۔ کھانے کے آداب سخت نہ تھے۔ ایک دسترخوان فرشی پر بچھایا جاتا تھا جس پر تمام تھالیں رکھی جاتی تھیں، تمام افراد اُس کے چاروں طرف بیٹھے تھے اور دسترخوان سلک کے ہوتے تھے جن کو خوشنما سیل بوٹوں سے مزین کیا جاتا تھا چپوں کا استعمال عموماً نہ ہوتا تھا۔ خراب کا استعمال ہندو مسلمان ظاہری طور پر نہ کرتے تھے۔ عام لوگ نیشلی ایشیا میں تاری وغیرہ استعمال کرتے تھے، ایفون کھانے کا بھی رواج تھا۔ مغس لوگ مہنگ بھی کھاتے تھے ۱۶۰۵ء کے بعد ہندوستان میں تمباکو بہت مقبول ہو گیا تھا۔ لوگ آلتی پالتی مار کر حقہ بھی پیا کرتے تھے کبھی کبھی عورتیں بھی حقہ پیتی تھیں۔ منوچی کے مطابق صرف دلی میں تمباکو پر پانچ ہزار روپیہ کا ٹیکس لگتا تھا۔ اس ٹیکس کی منسوخی پر پورنہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ پان چائے اور کافی بھی مختلف طریقوں سے استعمال ہوتی تھی۔ دولت مند لوگ پان میں مشک اور قیمتی خوشبوئیں استعمال کرتے تھے۔ دلی اور احمد آباد میں کافی کی ڈکانیں بکثرت موجود تھیں لیکن موجودہ قہوہ خانوں کے مانند نہیں۔ ۱۹ سترھویں صدی میں تفریح کے ذرائع موجودہ دور کے مانند تھے۔ شطرنج جو سب مقبول کھیل تھے امرار اور رورڈ سائیکل کے شوقین تھے۔ چوگان کا کھیل گیا رہویں صدی عیسوی سے ہندوستان میں اعلیٰ طبقہ میں مقبول ہے۔ تماشگر اور بازی گروں کا ایک مخصوص طبقہ تھا۔ اس سلسلہ میں سیاحوں نے ہندوستان کو سپیرے اور جادو گروں کا ملک کہا ہے۔ منوچی نے شہزادیوں اور امرار کی متواتر کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ عورتوں کو ہنسی مذاق کی اجازت نہ تھی۔ بانگات میں چہل قدمی

۱۹ - سترھویں صدی کے سیاح۔ فورسٹر۔ صفحہ ۲۶۳

۲۰ - سفرنامہ منوچی۔ باب سوم۔ صفحہ ۳۳

۲۱ - لینس چوٹی کا سفرنامہ۔ باب دوم۔ صفحہ ۱۱۶-۱۱۵

کی بھی اجازت نہ تھی۔ صرف بہتے ہوئے پانی کی آواز سے اور پرندوں کے نمنوں سے لطف اندوز ہو سکتی تھیں۔ ماش، شطرنج، چومر، جنڈل منڈل (ایک قسم کی چومر جس میں ۱۷ سے ۲۴ آدھی کھیل سکتے ہیں) نزد (۲۴ فالوں پر پندرہ پندرہ آدمیوں کے دو گروپ کھیل سکتے ہیں) اور پھپسی کے کھیل اکبر کے دور میں کافی مقبول تھے۔ گیٹوں کا کھیل بھی ہر دل عزیز تھا۔ دو گٹی، تری گٹی، نو گٹی اور بارہ گٹی کا کھیل ہوتا تھا۔ کشتی کا بھی رواج تھا، مکے بازی بھی ہوتی تھی جس میں ایرانی اور ترکی مکے باز حصہ لیتے تھے۔ تیراندازی، تلوار چلانا اس دور کے اعلیٰ طبقہ کا فیشن تھا۔ بابرنے ترک باہری میں گینٹے کی لڑائی کا ذکر کیا ہے۔ شاہ جہاں نے کشمیر کے سفر کے دوران مختلف جانوروں کی لڑائی سے لطف اٹھایا۔ نیل گائے، ہرن، چیتا اور شیر کا شکار ہوتا تھا۔ کتوں اور بازوں کو بھی شکار کی تربیت دی جاتی تھی جو شاہی شکار میں مددگار ثابت ہوتے تھے۔ بکریاں، مرغ، بٹیر، بارہ سنگے، ہرن، کتے، بلبل اور سیل وغیرہ جانوروں کی بھی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ کبوتر پالنے کا شوق بھی تھا جو عشق بازی کے نام سے مشہور تھا۔ شاہ جہاں اور دوسرے مغل بادشاہ جانوروں اور انسانوں کی لڑائی سے بھی خوش ہوتے تھے۔ ۱۷۔ دہلی اور آگرے میں اس قسم کی لڑائیوں کے لئے مخصوص میدان بنوائے گئے تھے۔ برنیر نے ہاتھیوں کی لڑائی کی دلچسپ تفصیل لکھی ہے۔ ہاتھیوں کے درمیان ایک دیوار بنوائی جاتی تھی اور کچھ وقفہ کے ساتھ ہاتھیوں کی لڑائی ہوتی تھی، دانت اور سوٹڈ زخمی ہوتے۔ مٹی کی دیوار توڑ کر ہاتھی اپنے مقابل دشمن کو زخمی کرتا ہاتھیوں کو علیحدہ کرنے کے لئے چرنی (آتش بازی) کا استعمال ہوتا تھا۔ یہ ہاتھی سیلون سے آتے لیکن ان کو جنگ میں شریک نہیں کیا جاتا تھا۔

۱۷۔ سفرنامہ منوچی۔ دوم۔ صفحہ ۵۲-۵۳۔

۱۸۔ سفرنامہ برنیر، صفحہ ۲۱۸۔

۱۹۔ میں ڈیلیلو کا سفرنامہ، صفحہ ۴۳۔

\*\*\*\*\*